بسم اللہ الرحمن الرحیم

الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَى خَاتَمِ الْأَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِين، نَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِهِ وَصَحْبِهِ أَجْمَعِين، أَمَّا بَعْدُ:

16-شرح العقیدۃ الواسطیۃ

العقیدۃ الواسطیۃ الشیخ الاسلام امام ابو العباس احمد ابن تیمیہ رحمہ اللہ، شرح فضیلۃ الشیخ العلامہ محمد بن صالح ابن عثیمین رحمہ اللہ۔

اور ہم اس عظیم عقیدے کے جو ابتدائی جملے ہیں وہاں پر پہنچے ہیں، پچھلے درس میں ان چار شرطوں کو بیان کیا تھا کہ اہل سنت والجماعت کا یہ عقیدہ ہے اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات کے تعلق سے کہ ان تمام اسماء وصفات پر ایمان ہے جنہیں اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اور اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحیح حدیث میں بیان کیا ہے "من غیر تعطیل، من غیر تحریف، من غیر تکییف، من غیر تمثیل"(ان چار شرطوں کے ساتھ کہ تعطیل یا انکار نہیں کیا جائے گا، اور نہ ہی تحریف کی جائے گی، اور نہ ہی کیفیت بیان کی جائے گی اور نہ ہی مثلیت بیان کی جائے گی)۔

اور اس کی تفصیل ہم بیان کر چکے ہیں اور یاد رکھیں جو عقیدہ ہے عقیدۃ الواسطیۃ یہ عقیدے کے مسائل کے لیے ایک اصولی کتاب ہے جس میں اس علم کی تاصیل کی گئی ہے۔

دیکھیں ہر سائنس کی اپنی بنیادیں ہوتی ہیں اور ان بنیادوں کی اساس پر اس سائنس کا علم کا قائم ہوتا ہے اُن بنیادوں کا سمجھنے کے لیے یا سمجھانے کے لیے ایک خصوصی طریقہ اختیار کیا جاتا ہے تاکہ جو شخص یہ سائنس یا علم حاصل کر رہا ہے وہ اس علم میں مضبوطی حاصل کر لے، اسے علم تاصیلی کہتے ہیں کہ اس سائنس اس علم سے جو اس ہر چیز کو آپ ہر اینگل (angle) سے ہر اعتبار سے اچھی طرح جان لیں (انجینئرنگ کو دیکھ لیں، میڈیکل کی فیلڈ کو دیکھ لیں) جو بنیادی باتیں ہوتی ہیں اور اصول ہوتے ہیں جن پر یہ علوم یا سائنسز (Sciences) قائم ہیں اُن کو سمجھنا بہت لازمی ہوتا ہے اور ان

اصولوں کے لیے خصوصی کتابیں موجود ہیں کچھ مختصر ہیں کچھ زیادہ وسیع طریقے سے ان مسائل کو بیان کیا جاتا ہے ان کتابوں میں۔

اور عقیدے کے مسائل میں بھی کچھ ایسا ہی ہے علماء نے کیونکہ عقیدہ جو ہے وہ دین اسلام کی اساس ہے بنیاد ہے جس پر یہ دین قائم ہے تو انہوں نے بھی یہی راستہ اپنایا ہے۔ آپ دیکھیں کہ یہ عقیدۃ الواسطیۃ کے ابتدائی جملے جو ہیں وہ ارکان ایمان کے تعلق سے ہیں اور ارکان ایمان کا جو پہلا رکن ہے وہ اللہ تعالیٰ پر ایمان ہے۔ اللہ تعالیٰ پر ایمان کی تفصیل کیا ہے بعد میں ہے لیکن یہ تو پتہ چلے کہ اللہ تعالیٰ کے جو اسماء وصفات ہیں اور یہ وہ توحید ہے جس میں اہل قبلہ کا زیادہ اختلاف ہوا ہے اگرچہ توحید الوہیت اور ربوبیت میں بھی ہوا ہے لیکن سب سے زیادہ فرقے جو نکلے ہیں وہ اسی توحید اسماء صفات کی وجہ سے اختلاف ہوا ہے۔

تو شیخ الاسلام رحمہ اللہ نے ابتدائی جملوں میں سب سے پہلے عقیدے کے جو اصول ہیں اسماء وصفات کے باب میں ان کا ذکر کیا ہے اور ان کی تفصیل بھی بیان کی ہے اور شرح میں بھی دیکھا ہے کہ شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ نے کتنے پیارے انداز میں ان چار شرطوں کو بیان کیا ہے کہ سب سے پہلا اصول کیا ہے اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات کے باب میں؟

1-سب سے پہلا اصول ہمارا اللہ تعالیٰ کے ہر اس نام اور صفت پر ایمان ہے جو قرآن مجید اور صحیح حدیث میں بیان ہوا ہے بغیر انکار کرنے کے (بغیر تعطیل کے)۔ لفظ عربی کا تعطیل ہم نے تفصیل سے بیان کیا ہے تعطیل کا مطلب کیا ہے اور کیوں تعطیل کا لفظ استعمال کیا گیا ہے، یہ لفظ کہاں سے آیا ہے، کیوں اس کو بیان کیا ہے بغیر تعطیل کے یا بغیر انکار کے (عام ترجمہ تعطیل کا انکار کیا جاتا ہے)۔

2-بغیر تحریف کے۔

اب تعطیل اور تحریف میں فرق بھی بیان کیا ہے (سبحان اللہ) کہ بعض لوگ انکار تو نہیں کرتے مان تو لیتے ہیں لیکن اپنی مرضی سے مان کر معنی کی یا لفظ کی تحریف کر دیتے ہیں۔

3-اور کچھ ایسے بھی لوگ آئے ہیں جن میں حقیقت میں ظاہر میں یہ دیکھا ہے کہ انکار نہیں کیا تحریف بھی نہیں کی لیکن کیفیت بیان کی ہے۔ تو اس کا بھی انکار کیا ہے "من غیر تکییف" (کیفیت بیان کرنے کے بغیر)۔

4-کچھ لوگ مثلیت کی طرف چلے گئے ہیں اور انکار کر دیا کیونکہ ان کے دماغ میں یہ بات بیٹھ گئی ہے کہ مثلیت لازم آتی ہے۔

توان سب کا انکار کر دیا ہے اہل سنت والجماعت نے جب سب سے پہلا اصول یا قاعدہ اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات کے باب میں کہ ہم ایمان رکھتے ہیں اللہ تعالیٰ کے ہر نام اور صفت پر جس کا ثبوت ہمیں ملتا ہے قرآن مجید میں اور صحیح حدیث میں کیونکہ وحی ہے لیکن تعطیل نہیں کریں گے (انکار نہیں کریں گے) جیسا کہ اہل بدعت نے کیا ہے، تحریف بھی نہیں کریں گے نہ معنی کی نہ لفظ کی جیسا کہ اہل بدعت نے کیا ہے، کیفیت بیان نہیں کریں گے کہ ہے تو کیسی ہے جیسا کہ اہل بدعت نے بیان کیا ہے اور اسی طریقے سے مثلیت بھی بیان نہیں کریں گے جیسا کہ اہل بدعت نے کیا ہے، (سبحان اللہ)۔

اب اس کی تفصیل تو گزر چکی ہے (الحمد للہ) پچھلے چند دروس میں اب یہ جو چار چیزیں ہیں ان کی دلیل کیا ہے نفی کی؟ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں اور شرح میں شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ نے بڑے پیارے انداز سے بیان کیا ہے، آج کی نشست میں جہاں پر رُکے وہیں سے درس کا آغاز کرتے ہیں اور دیکھیں اس آیت کریمہ کے تعلق سے چند اہم باتیں جو اس پہلے اصول کی دلیل ہے، شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"بل يؤمن بأن الله سبحانه ﴿لَيۡسَ كَمِثۡلِهِۦ شَيۡءٞۖ وَهُوَ ٱلسَّمِيعُ ٱلۡبَصِيرُ﴾ "(یعنی جو مومن ہے وہ ایمان رکھتا ہے کہ بے شک اللہ تعالیٰ ﴿لَيۡسَ كَمِثۡلِهِۦ شَيۡءٞۖ وَهُوَ ٱلسَّمِيعُ ٱلۡبَصِيرُ﴾ اس کے مثل کوئی چیز نہیں ہے اور وہ خوب سننے والا خوب دیکھنے والا ہے)(الشوریٰ:11)۔

شرح میں شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ فرماتے ہیں، اہل سنت والجماعت یہ اقرار کرتے ہیں اس بات کی تصدیق کرتے ہیں کہ بے شک اللہ تعالیٰ کے جیسی کوئی چیز نہیں ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے تعلق سے فرمایا ہے ﴿لَيۡسَ كَمِثۡلِهِۦ شَيۡءٞۖ وَهُوَ ٱلسَّمِيعُ ٱلۡبَصِيرُ﴾ (الشوریٰ:11) یہاں پر مثلیت کی نفی کر دی اللہ تعالیٰ نے اور پھر سمع اور بصر کو ثابت کیا ہے اس کا اقرار کیا ہے تو سب سے پہلے عیب کی نفی کی ہے پھر کمال کو ثابت کیا ہے کیونکہ جب عیب کی نفی کی جاتی ہے کمال

کو ثابت کرنے سے پہلے تو یہ بہترین اور احسن طریقہ ہوتا ہے اور جو کمال ہے وہ بہترین طریقے سے ثابت ہوتا ہے اس لیے کہا جاتا ہے ''التخلية قبل التحلية'' (تخلیۃ پہلے ہے اور تحلیۃ بعد میں ہے)۔

((ہم نماز کے لیے پہلے وضو کرتے ہیں طہارت کرتے ہیں پھر نماز پڑھتے ہیں، پہلے نجاست سے پاک ہوتے ہیں گندگی سے جسم کو صاف رکھتے ہیں اور پھر ہم نماز پڑھتے ہیں تو اس لیے کہتے ہیں ''التخلية قبل التحلية''، تخلیۃ پاک ہونا ہے صاف، صفائی کے لیے استعمال ہوتا ہے اور تحلیۃ خوبصورتی کے لیے لفظ استعمال ہوتا ہے))۔

تو سب سے پہلے عیب کی نفی کی جاتی ہے پھر کمال کو ثابت کیا جاتا ہے اور یہ بہترین انداز ہے کمال کو ثابت کرنے کے لیے، اور دوسری بات یہ ہے (شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ فرماتے ہیں) کہ ﴿شَيْءٌ﴾ جو ہے نکرۃ ہے اور نفی کے سیاق میں یہ لفظ بیان ہوا ہے اور یہ صیغ العموم میں سے ہے یعنی کوئی بھی چیز (یعنی اس میں ہر چیز شامل ہے) اللہ تعالیٰ جیسی نہیں ہے چاہے وہ سب سے بڑی اور عظیم مخلوق ہی کیوں نہ ہو اللہ تعالیٰ کے مثل کوئی چیز نہیں ہے کیونکہ جب کسی ناقص چیز کی آپ کسی سے مثلیت بیان کرتے ہیں تو پھر دونوں ناقص ہو جاتے ہیں تفضیل تو دور کی بات ہے (سبحان اللہ)۔ ایک کامل ہے ایک ناقص ہے جب آپ کامل کو ناقص سے ملا دیتے ہیں یہ مثلیت کی بات کرتے ہیں تو پھر کمال ختم ہو جاتا ہے اور دونوں ناقص ہی باقی رہ جاتے ہیں اس لیے اس میں عربی کا شعر بھی ہے ''ألم تر أن السيف ينقص قدره ، إذا قيل إن السيف أمضى من العصا'' (اگر آپ تلوار کا لکڑی سے موازنہ کرتے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ یہ جو تلوار ہے یہ لکڑی سے زیادہ تیز ہے تو آپ لکڑی کی تعریف کر رہے ہیں یا تلوار انقص بیان کر رہے ہیں)۔

تو حقیقتاً آپ یعنی کہنے والا تو یوں کہنا چاہتا ہے کہ میری یہ جو تلوار ہے بڑی مضبوط ہے بڑی تیز تلوار ہے یہ لیکن جب لکڑی سی اس کی مثلیت بیان کی ہے تو اس کا مطلب ہے کہ اب اس کا نقص اس کا عیب آپ بیان کر رہے ہیں نا کہ اس کا کمال۔

اور اسی طریقے سے جب یہ کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے کوئی چیز مثل ہے تو اس سے لازم آتا ہے کہ (نعوذ باللہ) اللہ تعالیٰ کی تنقیص ہو رہی ہے اور عیب جوئی ہو رہی ہے اس لیے ہم یہ کہتے ہیں (شیخ صاحب فرماتے ہیں) کہ اللہ تعالیٰ نے مخلوقات سے مثلیت کی نفی کر دی ہے کہ مماثلت ہو ہی نہیں سکتی کیونکہ یہ مماثلت مخلوقین کے ساتھ نقص اور عیب

ہے، مخلوق ناقص ہے اور کامل کو ناقص سے ملانا نقص ہے بلکہ مفاضلت بھی اگر کرتے ہیں خالق اور مخلوق کی اس میں بھی نقص کا پیغام ہی ہوتا ہے اِلا یہ کہ اس میں استثناء ہے تحدی اور چیلنج(Challenge) کا جب اللہ تعالیٰ چیلنج کرتا ہے تب پھر اس میں یعنی جو نقص ہے وہ ختم ہو جاتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ﴿آللّٰهُ خَيْرٌ اَمَّا يُشْرِكُوْنَ﴾ (کہ اللہ تعالیٰ خیر اور بہتر ہے یا جس کو وہ شریک ٹھہراتے ہیں) (النمل:59)، اور سورۃ البقرۃ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ﴿قُلْ ءَاَنْتُمْ اَعْلَمُ اَمِ اللّٰهُ﴾ (کیا تم زیادہ بہتر جانتے ہو یا اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے) (البقرۃ:140)۔

تو اس میں مثلیت کا مطلب نہیں اس میں چیلنج (Challenge) ہے کہ ممکن نہیں ہے کہ جس کو تم اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک ٹھہراتے ہو وہ اللہ سے بہتر ہو، ناممکن ہے!

بتوں کو ہاتھوں سے اگر بناتے ہو پھر سجدے بھی کرتے ہو شریک ٹھہراتے ہو اور یہ بُت خود تمہارے محتاج ہیں بنانے کے ہاتھوں سے تم بناتے ہو تو کیسے بہتر ہو سکتے ہیں؟!

اور اسی طریقے سے علم کے اعتبار سے بھی دیکھ لیں کیا تم زیادہ بہتر جانتے ہو یا اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے؟

مطلب اس میں یہ مفاضلت کی بات چیلنج(Challenge) کے سیاق وسباق میں ہے اس لیے اس میں نقص اور عیب نہیں ہے۔

اور اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد میں ﴿لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ﴾ اس میں صریح اور واضح رَد ہے ان کا جو مثلیت بیان کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کی (اور لفظ مثلیت کا تشبیہ سے زیادہ بہتر ہے اس لیے ہم یہاں پر لفظ مثلیت کا بیان کر رہے ہیں اور پچھلے درس میں بیان کیا تھا کہ دونوں میں کیا فرق ہے)، اور یہ اُن کا سخت اور صاف اور واضح رَد ہے جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی اور کو مثیل یا تشبیہ دیتے ہیں اور ان کی حجت یہ ہے جو تشبیہ دیتے ہیں یا مثلیت بیان کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کی مخلوق کے ساتھ وہ یہ کہتے ہیں کہ قرآن مجید عربی زبان میں نازل ہوا ہے جب عربی ہے تو اللہ تعالیٰ ہمیں اس زبان سے یعنی مخاطب ہوا ہے جو ہم سمجھتے ہیں (خطاب جو ہے قرآن مجید کا عربی میں ہے اور عربی کا خطاب ایسا ہے جو ہماری سمجھ میں آتا ہے ہم خوب سمجھتے ہیں) اور یہ ممکن نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اس چیز سے یعنی خطاب ہو جو ہم سمجھ نہ سکیں تو اللہ تعالیٰ نے یہ بیان فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا چہرہ ہے، اللہ تعالیٰ کی آنکھ ہے، دو ہاتھ ہیں وغیرہ وغیرہ اور ہماری عقل میں تو بات یہی آتی ہے کہ

عربی زبان میں جو چیزیں ہم دیکھتے ہیں مشاہدہ کرتے ہیں اس کے مطابق یہ معنی لازم آتے ہیں تو ان لفظوں کا مدلول جو ہے معنی جو ہے وہی ہونا چاہیے جو مخلوقات میں ہم دیکھتے ہیں۔ یہ ہاتھ ہے یہ بھی ہاتھ ہے، یہ آنکھ ہے یہ بھی آنکھ ہے، یہ چہرہ ہے یہ بھی چہرہ ہے، اور اسی طریقے سے اس لیے ہم نے مثلیت کی بات کی ہے کیونکہ یہ ہمارے پاس دلیل ہے۔

دلیل کیا ہے مثلیت کی؟

یعنی جو اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات کا انکار کرتے ہیں ان کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے انکار کرنے کی وہ کہتے ہیں اس میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ مخلوق کی مثلیت لازم آتی ہے یا تشبیہ کا لفظ ہم کہتے ہیں کہ تشبیہ لازم آتی ہے جب کہ یہ بات درست نہیں ہے۔ اُن کا یہ کہنا ہے کہ عربی زبان میں جب اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا چہرہ ہے، اللہ تعالیٰ کے دو ہاتھ ہیں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ جو چہرہ اور ہاتھ ہم دیکھتے ہیں وہی معنی لازم آتا ہے جو مخلوق میں ہے اس لیے ہم انکار کرتے ہیں۔

تو اس کے جواب میں شیخ صاحب فرماتے ہیں (شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ)، اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ حجت جو ہے بے بنیاد ہے جو یہ بیان کرتے ہیں اور اس کی وجہ یہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی کوئی مثلیت ہے ہی نہیں اللہ تعالیٰ نے جو خطاب فرمایا ہے اپنی صفات میں سے بیان کیا ہے ہم علم یقین سے جانتے ہیں کہ جو صفت ہے ہمیشہ موصوف کی مناسبت سے بیان کی جاتی ہے اور اس کی دلیل ہم دیکھتے ہیں مخلوقات میں کہ اونٹ کا بھی ہاتھ ہے چیونٹی کا بھی ہاتھ ہے اور کوئی بھی یہ نہیں سمجھتا کہ جب ہم نے ہاتھ کی اونٹ کی طرف نسبت کی ہے اس سے مراد وہی ہاتھ ہے جس کی ہم نے چیونٹی کی طرف نسبت کی ہے۔ اب اونٹ کا بھی ہاتھ ہے چیونٹی کا بھی ہاتھ ہے مختلف جانوروں کے بھی ہاتھ ہیں، انسان کا بھی ہاتھ ہے۔ اب ہاتھ دیکھیں ایک ہی چیز ہے ایک لفظ ہے لیکن جب نسبت ہے اضافہ جو ہے کبھی اونٹ کی طرف ہے، کبھی چیونٹی کی طرف ہے، کبھی شیر کی طرف ہے، کبھی بندر کی طرف ہے، کبھی انسان کی طرف ہے، کبھی اور مخلوق کی طرف ہے لفظ ایک ہے "ہاتھ" جب نسبت دوسری چیز کی طرف چلی جاتی ہے تو اس صفت کی جو موصوف ہے اس کے تناسب سے اس کو بیان کیا جاتا ہے اور اس سے مثلیت بھی بلکہ ختم ہو جاتی ہے (سبحان اللہ)۔

شیخ صاحب فرماتے ہیں، یہ تو صرف ہم مخلوقات کی بات کر رہے ہیں اور اگر خالق اور مخلوق کے تباین کو دیکھ لیں آپ تو آپ کو معنی مزید بالکل واضح ہو جائے گا کہ اس میں مثلیت ممکن ہی نہیں ہے۔

یعنی مخلوقات کے اندر صرف ہاتھ کو دیکھ لیں اس میں فرق پایا جاتا ہے جب اس کی نسبت کی جاتی ہے مخلوق کی طرف تو پھر خالق اور مخلوق کا کیا کہنا تو سوال ہی نہیں پیدا ہوتا! جب مخلوقات میں اس مثلیت کی نفی ہو گئی ہے تو خالق مخلوق میں یہ مثلیت کیسے باقی رہ سکتی ہے؟! ناممکن ہے۔

تو شیخ صاحب فرماتے ہیں (شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ)، تو ان مثلیت بیان کرنے والوں کا جو یہ دعویٰ ہے یہ بالکل بے بنیاد اور غلط ہے اور عقلی دلیل سے بھی یہ مردود ہے اور سمعی دلیل سے بھی (قرآن اور سنت کی روشنی میں بھی) یہ مردود ہے اس کا رد کر دیا گیا ہے اور بے بنیاد ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے (اب یہ اس آیت کا حصہ ہے سورۃ الشوریٰ کی آیت نمبر 11 کا ایک چھوٹا سا حصہ ہے آخری جملہ اور اس میں سے ابھی ہم نے پہلے جملے کی بات کی ہے ﴿لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ﴾ فقط) اب اگلا جملہ ﴿وَهُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ﴾، شیخ صاحب فرماتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے اپنے لیے ثابت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ خوب سنتا ہے خوب دیکھتا ہے، سمع اور بصر اللہ تعالیٰ کی صفات میں سے ہیں اللہ تعالیٰ کے کمال کے بیان کے لیے اور اس کو بیان کرنا ہے کہ جو بُت جن کو یہ پوجتے ہیں اللہ تعالیٰ کے سوا اُن کا نقص بھی سامنے آ جاتا ہے کیونکہ یہ جو بُت ہیں یہ نہ سنتے ہیں نہ دیکھتے ہیں، اگر سن بھی لیں تو پھر وہ استجابت نہیں کر سکتے اور نہ یہ دیکھتے ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے سورۃ النحل میں ﴿وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَا يَخْلُقُوْنَ شَيْـًٔا وَّهُمْ يُخْلَقُوْنَ ۝۲۰ اَمْوَاتٌ غَيْرُ اَحْيَاۗءٍ ۚ وَمَا يَشْعُرُوْنَ ۙ اَيَّانَ يُبْعَثُوْنَ﴾ (النحل:20-21)((سبحان اللہ))۔

شیخ صاحب فرماتے ہیں "فهم ليس لهم سمع ولا عقل ولا بصر ولو فرض أن لهم ذلك، ما استجابوا" کہ جن کا ان آیات میں ذکر کیا گیا ہے یہ نہ سنتے ہیں نہ ان کی سننے کی طاقت ہے نہ عقل ہے نہ بصارت کی طاقت ہے (یعنی نہ دیکھ سکتے ہیں)، اگر فرض کیا جائے کہ یہ سن بھی لیں دیکھ بھی لیں لیکن استجابت نہیں کر سکتے (سبحان اللہ)۔

اور اس آیت میں دیکھیں ذرا غور کریں ﴿وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ﴾ (جن کو پکارتے ہیں اللہ تعالیٰ کے سوا) ﴿لَا يَخْلُقُوْنَ شَيْـًٔا وَّهُمْ يُخْلَقُوْنَ﴾ (وہ کوئی چیز پید نہیں کر سکتے بلکہ وہ خود پیدا کیے جاتے ہیں)۔اس میں سب شامل ہیں (سبحان اللہ) بُت بھی ہیں، درند پرند، پتھر درخت، تمام مخلوقات ہیں۔انبیاء اور اولیاء کو بھی دیکھ لیں کیا وہ پیدا کر سکتے ہیں یا پیدا کیے گئے ہیں؟ (سبحان اللہ)۔پھر ﴿اَمْوَاتٌ﴾ (مردہ ہیں (سبحان اللہ، جو مر گیا ہے وہ مردہ ہے)) ﴿غَيْرُ اَحْيَاۗءٍ﴾ (زندہ ہر گز نہیں ہیں) ﴿وَمَا يَشْعُرُوْنَ ۙ اَيَّانَ يُبْعَثُوْنَ﴾ (بلکہ ان کو تو شعور بھی نہیں ہو گا جب ان کو دوبارہ زندہ کیا جائے گا)۔

اس میں ایک واضح دلالت کس چیز کی ہے؟

کہ صرف اس سے مراد بُت پرستی نہیں ہے یا بُت نہیں ہے۔بُت دوبارہ زندہ ہوں گے کیا پتھر ہے پتھر تو ختم ہو جائیں گے! جن ہستیوں کی بنیاد پر ان پتھروں کو پوجا گیا ہے اور وہ مر چکے ہیں دنیا میں وہ دوبارہ زندہ کیے جائیں گے (سبحان اللہ) جس کو بھی اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک ٹھہرایا گیا ہے۔

آپ کو پتہ ہے جیسا کہ سیدنا نوح علیہ الصلاۃ والسلام کی قوم نے جو یہ پانچ بُتوں کے معروف نام ہیں "وُد، سُواع، یَغوث، یَعوق، نَسر" یہ صالح لوگ تھے نیک بزرگ تھے جیسا کہ سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان فرمایا ہے صحیح بخاری کی حدیث میں آیا ہے سورۃ نوح کی اس آیت کی تفسیر میں، فرماتے ہیں "یہ نیک اور صالح لوگ تھے جب مر گئے تو شیطان نے وسوسہ کیا لوگوں نے قبروں پر جا کر پتھر نصب کر دیئے پھر اُن پتھروں کو اٹھا کر عبادت گاہوں میں لایا گیا پھر شرک عام ہوا جب علم جاتا رہا"۔

تو کہنے کا مقصد یہ ہے یہ جو پتھر سمجھ کر پوجتے ہیں یہ اصل نہیں ہے مقصد کہ ہاتھوں سے پتھر کو بنایا پھر اس کو سجدہ کیا، اصل مقصد یہ ہے کہ یہ پتھر پریزنٹ (Present) کرتے ہیں کسی اور چیز کو وہ کون ہیں؟ وہ اللہ تعالیٰ کے نیک اور صالح بزرگ ہیں۔عجیب بات ہے اس زمانے میں سب سے پہلے شرک جب ہوا امت میں سب سے پہلے اس سے پہلے کوئی شرک نہیں تھا! اور گناہ تھے لیکن شرک نہیں تھا قوم نوح میں سب سے پہلے مطلب ہے شرک آیا امت اسلامیہ

میں اس سے پہلے ہرگز نہیں تھا۔ کہاں سے شروع ہوا؟ بدعت القبور سے کہ قبروں کی طرف جاتے تھے نا کہ نیک بزرگ تھے مرگئے قبروں کی مجاوری کرتے تھے۔ پھر کب تک یہ قبریں مٹ جائیں گی پتھر نصب کرو، پتھر نصب کیے گئے۔ پھر کب تک قبرستان جاتے رہو گے ان کو اٹھا کر عبادت گاہوں میں لے کر جاؤ، وہاں پر لے کر گئے۔ جب یہ بزرگ مرگئے جن کو پتہ تھا کہ یہ پتھر کچھ نہیں ہیں صرف ہمیں ان بزرگوں کی یاد دلاتے ہیں ان کو نہیں پوجتے ہم پوجتے اللہ کو ہیں عبادت اللہ کی کرتے ہیں لیکن یہ صرف ہمیں یاد دہانی کے لیے عبادت گاہوں میں پتھر کیا کرتے ہیں! اگلی جنریشن (Generation) جب آئی ان کو کیا پتہ کہ یہ پتھر کیوں یہاں پر رکھے ہیں انہوں نے کہا کہ اسی کو پوجتے ہیں اور ان ہی پتھروں کی عبادت کی گئی ان بزرگوں کے نام پر۔

((نام بزرگوں کے تھے کہ یہ پتھر فلان بزگ کا ہے، یہ پتھر فلان بزرگ کا ہے مختلف جگھوں پر اُن پتھروں کو رکھ دیا، پھر جب اگلی جنریشن (Generation) آئی اُن پتھروں کو تراشا گیا بزرگوں کی شکل میں اور پھر دیکھیں (سبحان اللہ) کیسے شرک عام ہوا))۔

اُس زمانے میں بدعت القبور سے شرک کا آغاز ہوا ہمارے زمانے میں دیکھیں بدعت القبور کہاں تک چلی گئی ہے؟! جو اُن بُتوں کے ساتھ اس وقت بزرگوں کے نام پر کیا جاتا تھا آج مزاروں میں کیا ہوتا ہے؟! فرق صرف اتنا ہے کہ وہ پتھر نصب کیا گیا تھا وہاں پر اور مزاروں میں خود قبر کو نصب کیا گیا ہے قبہ بنایا گیا ہے اوپر اور اوپر سے قبر کو اونچا کیا گیا ہے اور اس کا طواف بھی ہوتا ہے اس کو چادر بھی چڑھائی جاتی ہے، نذر و نیازیں بھی ہوتی ہیں (نعوذ باللہ)، قربانیاں بھی ہوتی ہیں، دعا بھی ہوتی ہے وہاں پر نمازیں بھی ہوتی ہیں! کئی لوگوں کو دیکھا ہے کہ رُخ قبلے کی طرف نہیں کرتے نماز کا بلکہ قبر کی طرف رُخ کر کے نماز پڑھتے ہیں! (نعوذ باللہ)۔

الغرض، تو یہ سورۃ النحل آیت نمبر 20 اور 21 نوٹ کرلیں اس میں بہت پیارا پیغام ہے کہ جن کو یہ پوجتے ہیں ان سے مراس صرف بُت نہیں ہیں بلکہ تمام وہ شریک ہیں جن کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک کیا گیا ہے۔

پھر دوسری آیت ہے سورۃ الاحقاف میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ﴿وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ يَّدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَنْ لَّا يَسْتَجِيْبُ لَهٗٓ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ وَهُمْ عَنْ دُعَآئِهِمْ غٰفِلُوْنَ﴾ ((سبحان اللہ) اور اس سے بڑھ کر کون گمراہ ہوگا

جو اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو پکارتا ہے وہ اسے پکارتا ہے جو اس کی استجابت نہیں کرتا تا قیامت (یہ پکارتا رہے گا وہ اس کا جواب نہیں دے سکتا کیونکہ وہ سنتا ہی نہیں ہے اور نہ ہی اس کی اس مانگ کو پورا کر سکتا ہے)) ﴿وَهُمْ عَنْ دُعَآئِهِمْ غٰفِلُوْنَ﴾ (بلکہ وہ اس کی دعا سے غافل ہیں) (الاحقاف:5)۔

((یہ دعا کر رہا ہے اور وہ اُن کی دعا ہی سے غافل ہے! (سبحان اللہ))۔

الغرض، تو شیخ صاحب فرماتے ہیں (شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ) اہل سنت والجماعت کا ایمان ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کی مثلیت بھی نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی اور کو تشبیہ دینا یا مثلیت بیان کرنا عیب ہے اور اللہ تعالیٰ کے لیے اس عیب کی نفی کے بعد جو مثلیت ہے سمع اور بصر کو ثابت کرتے ہیں۔ یہ دو صفات ہیں اللہ تعالیٰ کی صفات میں سے جو صفات الکمال ہیں صفۃ السمع (سننا) اور البصر (دیکھنا)، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ﴿لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ﴾۔ اور انسان کا جو ایمان ہے اور بندے کا جو ایمان ہے اس میں اللہ تعالیٰ کی تعظیم کا جو ثمرہ پیدا ہوتا ہے دل میں جب وہ یہ ایمان رکھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ مخلوقات میں سے کسی جیسا بھی نہیں ہے جب یہ ایمان رکھتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی عظمت بھی بڑھ جاتی ہے دل میں اور اس مثلیت کی نفی بھی ہو جاتی ہے، اور اگر ایسی بات ہو تو اس میں پھر فائدہ کیا ہے اس مثلیت کی نفی کا ﴿لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ﴾ اس نفی کا پھر فائدہ ہی کیا ہے؟!

اور جب یہ ایمان رکھتے ہیں کہ بے شک اللہ تعالیٰ خوب سننے والا ہے تو پھر آپ ہر اس چیز سے بچنا شروع کر دیں گے ہر اس قول سے بچنا شروع ہو جائیں گے جس سے اللہ تعالیٰ کو غصہ آتا ہے کیونکہ آپ خوب جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ سنتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی سزا سے ڈرتے ہوئے آپ ہر اس قول سے رُک جائیں گے جس میں اللہ تعالیٰ کی معصیت ہو اور اس قول سے آپ دوری اختیار کریں گے کیونکہ آپ یقیناً یہ ایمان رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ خوب سننے والا ہے، اور اگر یہ ایمان آپ کے اندر نہیں ہے تو یہ آپ اچھی طرح جان لیں آپ کا یہ ایمان کہ اللہ تعالیٰ سمیع ہے یہ ناقص ایمان ہے اس میں کوئی شک نہیں ہے۔

یعنی اگر آپ بات کرتے ہوئے کچھ بھی کہہ جاتے ہیں اور ایسی باتیں بھی کر جاتے ہیں جن کا آپ کو پتہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو غصہ آتا ہے نافرمانی ہے معصیت ہے (چغل خوری کرتے ہیں غیبت کرتے ہیں، گالی گلوچ سے کام لیتے ہیں، مسلمانوں کو یعنی ایذا دیتے ہیں تکلیف پہنچاتے ہیں، کوئی بدعتی ذکر کرتے ہیں (نعوذ باللہ) یا کوئی شرکیہ الفاظ کہتے ہیں تو آپ کو پتہ ہے کہ ان چیزوں سے اللہ تعالیٰ ناراض ہوتا ہے) جب آپ ایسی باتیں کرتے ہیں تو کیا یقیناً آپ یہ سمجھتے ہیں کہ آپ کا اللہ تعالیٰ پر اس نام یا اس صفت پر ایمان کامل ہے کہ اللہ تعالیٰ سمیع ہے؟ جب آپ کو پتہ ہے کہ اللہ تعالیٰ خوب سنتا ہے تو پھر آپ وہ قول نہیں کہہ پائیں گے اگر آپ واقعی پکے مومن ہیں اگر آپ کا اس صفت پر یقینی ایمان ہے تو آپ کبھی ایسی باتیں نہیں کریں گے ایسا قول نہیں زبان سے نکالیں گے جس سے اللہ تعالیٰ ناراض ہو، لیکن اگر آپ ایسا کر دیتے ہیں اس کا مطلب ہے آپ کا ایمان اس صفت پر ناقص ہے کہ نہیں؟ (سبحان اللہ)۔

اور اسی طریقے سے باقی جو صفات ہیں مختلف آپ دیکھ سکتے ہیں اسی پر یعنی تول کر کہ ہمارا ایمان اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات کے تعلق سے کتنا مضبوط ہے کتنا کمزور ہے، اللہ تعالیٰ ہم سب پر رحم فرمائے (آمین)۔

پھر شیخ صاحب فرماتے ہیں، اگر جب آپ یہ ایمان رکھ لیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ خوب سننے والا ہے تو پھر کوئی ایسی بات نہ کرو مگر جس سے اللہ تعالیٰ راضی ہو جائے، خصوصی طور پر جب آپ کوئی بات کرتے ہیں شریعت کے تعلق سے کیونکہ جو مفتی ہے یا جو معلم ہے اس پر یعنی یہ معنی بہت سختی سے لاگو ہوتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ﴿فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا لِّيُضِلَّ النَّاسَ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۗ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ﴾ (الانعام:144)۔ شیخ صاحب فرماتے ہیں یہ سب سے بڑا ظلم ہے اس لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ﴿اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ﴾ (الاحقاف:10)، اور یہ اس کی سزا ہے جو بغیر علم کے فتویٰ دیتا ہے کیونکہ اسے ہدایت نہیں دی جاتی کیونکہ وہ ظالم ہے اسے ہدایت سے محروم کر دیا جاتا ہے۔

اور اس آیت میں دیکھیں یعنی (اس سے بڑھ کر کون ظالم ہوگا جو جھوٹ باندھتا ہے اللہ تعالیٰ پر تاکہ لوگوں کو گمراہ کرے بغیر علم کے، بے شک اللہ تعالیٰ ظالموں کو ہدایت نہیں دیتا)۔ کیوں ہدایت نہیں دی ان کو؟ کیونکہ ظلم کیا۔ ظلم کیا کیا؟ کہ لوگوں کو بغیر علم کے گمراہ کیا ہے اور یہ سب سے بڑا ظلم ہے ظلم میں سے۔

یعنی شرک سب سے بڑا ظلم ہے پھر ظلم کے اور بھی یعنی راستے ہیں اُن میں سے ایک یہ بھی ہے کہ لوگوں کو گمراہ کرنا بغیر علم کے۔

پھر شیخ صاحب فرماتے ہیں (شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ) کہ خبردار رہیں اے میرے مسلمان بھائی! کہ کوئی ایسا قول نہ کہیں جس سے اللہ تعالیٰ ناراض ہو چاہے کوئی علمی مسئلہ ہو یا کوئی اور بات ہو کیونکہ جو علمی مسائل ہوتے ہیں جو فتوے ہوتے ہیں وہ زیادہ خطرناک معاملہ ہوتا ہے، ذمہ داری زیادہ ہوتی ہے اور اس پر پھر سزا اور پکڑ بھی اتنی ہی سخت ہوتی ہے ،اور اس کے علاوہ جو بھی قول جس سے اللہ تعالیٰ ناراض ہوتا ہے اس سے بھی بچنا لازمی ہے۔

پھر دوسری مثال شیخ صاحب فرماتے ہیں، اللہ تعالیٰ کے اس نام جو ہے "بصیر" اور صفۃ البصر اللہ تعالیٰ کی جو ہے کہ اللہ تعالیٰ خوب دیکھتا ہے اس کے ایمان کا ثمرہ کیا ہے؟ کہ کوئی بھی ایسی چیز نہ کریں جس سے اللہ تعالیٰ غصہ ہو اور ناراض ہو کیونکہ آپ خوب جانتے ہیں کہ اگر آپ کسی حرام کی طرف دیکھتے ہیں اور لوگ آپ کو نہیں دیکھ رہے ہوتے تو ان کو نہیں پتہ آپ حرام دیکھ رہے ہیں کہ نہیں لیکن اللہ تعالیٰ سے تو آپ چھپا نہیں سکتے کیونکہ اللہ تعالیٰ آپ کے دل میں چھپی حالت کو بھی جانتا ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ﴿يَعۡلَمُ خَآئِنَةَ ٱلۡأَعۡيُنِ وَمَا تُخۡفِي ٱلصُّدُورُ﴾ (غافر:19)۔

تو جب آپ کا اللہ تعالیٰ کے اس نام پر ایمان مضبوط ہو گا کہ اللہ تعالیٰ بصیر ہے اور اس صفت پر بھی آپ کا ایمان مضبوط ہو گا تو آپ ہر گز کوئی ایسا کام نہیں کریں گے جس سے اللہ تعالیٰ ناراض ہو ،اور اسی طریقے سے آپ کو حیاء آنی چاہیے اللہ تعالیٰ سے کہ آپ کوئی ایسا کام نہ کریں جس سے اللہ تعالیٰ ناراض ہو اور اللہ تعالیٰ کی جو تعظیم ہے وہ بھی بڑھ جاتی ہے اس طریقے سے۔

پھر شیخ صاحب فرماتے ہیں، خلاصۂ کلام یہ ہے جب ہم یہ ایمان لے کر آتے ہیں یہ ایمان رکھتے ہیں کہ بے شک اللہ تعالیٰ خوب دیکھنے والا ہے تو پھر ہم ہر اس فعل سے رُک جاتے ہیں یا اس سبب سے دوری اختیار کر لیتے ہیں جس سے اللہ تعالیٰ ناراض ہو اور اگر ہم ایسا نہیں کریں گے اس کا مطلب ہے ہمارا ایمان ناقص ہے کیونکہ اگر کوئی شخص اپنی انگلی کے اشارے سے یا اپنے ہونٹوں سے، یا آنکھوں سے یا سَر کو ہلانے کے اشارے سے یوں آنکھ کرتے ہوئے کسی حرام چیز کی طرف اشارہ کرتا ہے تو اس کے ارد گرد لوگوں کو نہیں پتہ کہ اشارہ کس لیے کر رہا ہے لیکن اللہ تعالیٰ اسے دیکھ رہا ہے یقیناً

تو اس لیے اسے خبر دار رہنا چاہیے کہ ہمارا ایمان ہے اللہ تعالیٰ خوب دیکھتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات پر ایمان ہمارا مکمل ہونا چاہیے اور اس میں کوئی کمی کوتاہی جب ہوتی ہے تو اس کا مطلب ہے کہ ہمارے ایمان میں مضبوطی نہیں ہے۔

اصل کوتاہی اور کمی وہ ہمارے ایمان میں ہے جس کو مضبوط کرنا لازمی ہے اور مضبوط کیسے ہوگا؟

جب ہمارا ایمان یقینی ہوگا اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات پر جیسے ہمارا ایمان ہے کہ اللہ تعالیٰ واحد سچا معبود ہے، ہمارا ایمان ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی سچا ربّ نہیں ہے تو ہمارا یہ بھی ایمان یقینی طور پر یہ ہونا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کے جو اسماء وصفات ہیں ان کا جو معنی ہے اور جس کی طرف یہ دلالت کرتے ہیں اُن پر بھی ہمارا یقینی ایمان ہے۔

پھر شیخ ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں"فلا ینفون عنه ما وصف به نفسه" (نہیں نفی کرتے اُن صفات کی جن صفات کو اللہ تعالیٰ نے اپنے لیے بیان فرمایا ہے)۔

شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اہل سنت والجماعت اللہ تعالیٰ کے اسماء اللہ تعالیٰ کی صفات کی نفی نہیں کرتے جو اللہ تعالیٰ نے بیان فرمائی ہیں اپنے لیے کیونکہ نصوص کی اتباع کرتے ہیں، اہل سنت والجماعت جو ہیں نفی ہو یا اثبات ہو ہر اعتبار سے ہر وہ صفت جو اللہ تعالیٰ نے اپنے لیے بیان فرمائی ہے اس کو ثابت کرتے ہیں اس کی حقیقت پر اور نہیں نفی کرتے ان صفات کی جو اللہ تعالیٰ نے اپنے لیے ثابت کی ہیں چاہے یہ صفات ذاتیۃ ہوں یا فعلیۃ ہوں اور خبریۃ، اور صفات ذاتیۃ آگے بھی آئے گا (پہلے بھی گزر چکا ہے)، اس کی تفصیل آئے گی کہ صفات ذاتیۃ جیسا کہ زندگی کی صفت ہے قدرت کی صفت ہے، علم ہے اور ان جیسی اور صفات اور ان کی دو قسمیں ہیں ذاتیۃ معنویۃ، اور ذاتیۃ خبریۃ۔

ذاتیۃ خبریۃ جو ہے جو ہمارے مخلوقات میں اُجزاء و اُبعاض ہیں (یعنی حصے ہیں مختلف)، ہاتھ ہمارا حصہ ہے، چہرہ ہمارا حصہ ہے، آنکھ ہمارے جسم کا حصہ ہے (مخلوقات میں خالق میں نہیں) اس لیے اسے خبریۃ کہتے ہیں اور خبریۃ اس لیے کہتے ہیں کیونکہ ہمیں خبر کے ذریعے سے اس کا علم ہوا ہے اور کوئی سورس (Source) نہیں ہے، خبر ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ میرا چہرہ ہے ہم نے مان لیا ہے یقیناً، اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے میری دو آنکھیں ہیں ہم نے مان لیا ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے میرے دو ہاتھ ہیں ہم نے وہ بھی مان لیا ہے۔

تو خبر سے ہمیں اس کی دلیل ملی ہے اور عقل کا اس سے کوئی تعلق نہیں ہے ہم عقل سے نہیں کہہ سکتے، اگر یہ دلیل نہ ہوتی تو عقل سے ناممکن تھا کہ کیسے ہم یہ سوچ سکتے ہیں؟! لیکن جو علم اور سمع اور بصر ہے تو اس کے سمعی دلائل تو ہیں اللہ تعالیٰ کے قرآن اور سنت میں لیکن عقلی دلائل بھی اس کے ہیں کہ خالق ہے زندہ ہے۔ یہ زندگی کی صفت جو ہے یہ یعنی صفات ذاتیۃ میں سے ہے لیکن علم اور سمع اور بصر جو ہے یہ وہ صفات ذاتیۃ ہیں خاص طور پر جو صفت العلم ہے اور قدرت ہے جو عقل سے بھی انسان یقین کر سکتا ہے مان لیتا ہے کہ جو زندہ ہے۔ مخلوق کو ہم دیکھتے ہیں ظاہر ہے مخلوقات کا خالق زندہ ہے کہ نہیں؟ زندہ ہے۔ مخلوقات کے خالق کا علم ہے کہ نہیں؟ ہے۔ قدرت بھی ہے؟ وہ بھی ہے۔ سنتا بھی ہے، دیکھتا بھی ہے، ارادہ بھی ہے۔ تو یہ صفات عقلاً بھی یعنی عقل بھی دلالت کرتی ہے ان کی طرف لیکن ہاتھ ہے چہرہ ہے، نہیں اگر خبر نہیں ہے تو پھر اس کی عقل کی رسائی وہاں تک ہو نہیں سکتی ناممکن ہے!

تو شیخ صاحب یہ فرماتے ہیں کہ جو صفت العلم اور سمع اور بصر ہے تو ہماری عقل سے ہم اس کا ادراک کر سکتے ہیں سمعی دلیل کے ساتھ (قرآن اور سنت کی روشنی میں)۔ تو اس لیے ہم کہتے ہیں کہ یہ جو صفات ہیں ہاتھ، چہرہ اور اس جیسی اور بھی صفات خبریۃ جو ہیں ہم "أجزاء وأبعاض" یعنی حصے کی جب بات کرتے ہیں یہ مخلوقات کے لیے ہے ہمارے لیے ہے اللہ تعالیٰ کے لیے کوئی حصہ نہیں ہے (نعوذ باللہ) بلکہ مخلوقات میں کیونکہ ہمارے اندر یہ حصے ہیں اور انسان کا جو جسم ہے جسم ان حصوں سے بنتا ہے، خالق کے لیے لازمی نہیں ہے۔ اس لیے صرف یہ بتانے کے لیے کہ أجزاء و أبعاض مخلوق کے اعتبار سے ہے خالق کے اعتبار سے ہرگز نہیں ہے۔

یعنی ہاتھ الگ سے کوئی چیز دیکھی ہے آپ نے؟ نہیں۔ ذات ہے اس کی صفات ہیں ان میں پھر ہاتھ ایک صفت ہے اب مخلوقات میں ان کو حصے کہتے ہیں۔ خالق میں حصہ کہنا جائز نہیں ہے لیکن یہ سمجھانے کے لیے کہ مخلوق میں حصے سمجھے جاتے ہیں اس لیے یہ لفظ استعمال ہوتا ہے حصے کا ورنہ أجزاء و أبعاض خالق کے لیے تو ناممکن ہے۔ بعض لوگوں کو یہاں پر غلط فہمی ہوئی ہے کہ اہل سنت والجماعت جو ہے یہ جو سلفی ہیں وہابی ہیں کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے حصے ہیں (نعوذ باللہ)۔ وہ نفی کر کے بتاتے ہیں کہ جو مخلوقات میں حصے ہیں مخلوقات کیونکہ محتاج ہیں (مخلوق ہے محتاج ہے) ان ہی حصوں سے ہم بنے ہیں۔

اللہ تعالیٰ بے نیاز ہے صمد ہے، اللہ تعالیٰ کی ذات بھی ہے اسماء بھی ہیں اور صفات بھی ہیں لیکن حصوں کی ضرورت نہیں ہے اللہ تعالیٰ کو (نعوذ باللہ) کہ جیسے مخلوق میں حصے ہیں جب تک جڑیں گے نہیں تو اللہ تعالیٰ کی ذات نہیں بنے گی (نعوذ باللہ)، یہ ناممکن ہے!

پھر شیخ صاحب فرماتے ہیں کہ ہمارے لیے (مخلوقات کے لیے) اس کا نام اُجزاء واُبعاض ہے (حصے ہیں) کیونکہ جزء اسے کہتے ہیں حصے اسے کہتے ہیں کُل سے جسے الگ کیا جاسکے اور اللہ تعالیٰ سبحانہ وتعالیٰ کے لیے یہ تصور بھی نہیں کیا جاسکتا کہ یہ جو صفات ہیں کبھی ان کا خاتمہ ہوگا یا کبھی اللہ تعالیٰ سے الگ ہوں گے۔ تو اس لیے جب اللہ تعالیٰ سے الگ ہو ہی نہیں سکتے تو یہ حصوں کا معنی ناممکن ہے اللہ تعالیٰ کی ذات کے لیے۔

پھر صفات فعلیۃ یہ وہ صفات ہیں جن کا تعلق اللہ تعالیٰ کی مشیئت اور ارادے سے ہے جب اللہ تعالیٰ چاہتا ہے تو وہ کرتا ہے جب نہیں چاہتا تو نہیں کرتا، اور بعض کا سبب ہے اور بعض کا سبب نہیں ہے، اور کچھ ذاتیۃ فعلیۃ بھی ہیں جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے اور مزید تفصیل بھی ان شاءاللہ آگے آئے گی۔

آج کے درس میں اتنا کافی ہے اگلے درس میں ان شاءاللہ جہاں پر رُکے ہیں وہیں سے درس کا آغاز کریں گے "ولا یحرفون الکلم عن مواضعه"، یہیں سے ان شاءاللہ درس کا آغاز کریں گے۔

((واللہ اُعلم))۔

سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ وَبِحَمْدِكَ، أَشْهَدُ أَنْ لا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ أَسْتَغْفِرُكَ وَأَتُوبُ إِلَيْكَ

یہ رسالہ ڈاکٹر مرتضیٰ بن بخش (حفظہ اللہ) کے آڈیو درس (16.العقیدۃ الواسطیۃ) سے لیا گیا ہے۔ سبق لسانی اور تعبیر کی غلطی کو درست نہیں کیا گیا ہے۔ قارئین کرام سے گزارش ہے کہ اگر کوئی اور غلطی نظر آئے تو ضرور آگاہ کریں اور اس خیر کے کام میں شامل ہو جائیں۔